© rasailojaraid.com

کی گئی۔ باقی رہی وہ حدیث جس میں نمازِ فجر کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور نمازِ عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، تو یہ 'نہی' [منع کرنا] عام نوافل کے بارے میں ہے، قضا نماز کے بارے میں نہیں ہے اور یہ تو فجر کی سنتوں کی قضا تھی۔

اگرچہ سنتوں کی قضا واجب نہیں ہے لیکن اس کی ممانعت بھی کسی حدیث میں نہیں آئی بلکہ ظہر کی دو رکعت سنتوں کی قضا نمازِ عصر کے بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے اور فجر کی سنتوں کی قضا سورج نکلنے کے بعد مذکورہ قولی حدیث سے اور نمازِ فجر کے بعد مذکورہ تقریری حدیث سے ثابت ہے۔ مذکورہ بحث کے نتیجے میں بہتر اور افضل تو یہ ہے کہ فجر کی سنتیں رہ جائیں تو سورج طلوع ہونے کے بعد اور زوال سے قبل ان کی قضا پڑھی جائے۔

جمہور فقہا کی رائے بھی یہی ہے کہ نمازِ فجر کے فوراً بعد پڑھنا بھی جائز ہے، اس لیے کہ رسولؐ اللہ نے اس کی بھی اجازت دی ہے۔ اگرچہ حنفی فقہ کے ائمہ ثلاثہ، یعنی امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسف اور امام محمدؒ کے نزدیک نمازِ فجر کے بعد اور طلوعِ شمس سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے تو اس کی دلیل کو مَیں سمجھ نہیں سکا ہوں۔ اگر مکروہ تنزیہی، یعنی غیر اولیٰ مراد ہے تو پھر یہ صحیح ہے مگر فقہ حنفی کی کتابوں میں جب لفظ کردہ مطلقاً ذکر ہو تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ (مولانا گوہر رحمان، تفہیم المسائل، چہارم، ص ۳۶۶-۳۷۰)

بغیر غسل کے میت کی تدفین

س: ہمارے یہاں ایک صاحب شوگر کے مریض تھے، جس کی وجہ سے ان کا ایک پیر پوری طرح سڑ گیا تھا اور اس میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ ان کا انتقال ہوا تو ڈاکٹروں نے تاکید کی کہ نہلاتے وقت ان کا پیر نہ کھولا جائے اور اس پر پلاسٹک کی تھیلی باندھ کر غسل دیا جائے۔ میت کو غسل دیتے وقت کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ: ''پورے بدن پر پانی پہنچانا فرض ہے''۔ لیکن گھر والوں نے ڈاکٹروں کی بات مانتے ہوئے پیر میں جہاں زخم تھا اس پر پلاسٹک کی تھیلی باندھ دی اور بدن کے بقیہ حصّے پر پانی بہایا گیا، جس طرح غسل دیا جاتا ہے۔ دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا میت کے کسی عضو میں زخم ہونے کی وجہ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر اس حصّے پر پانی نہ بہایا جائے تو غسل ہو جائے گا؟

دوسرا یہ کہ ایک صاحب بُری طرح حادثے کا شکار ہو گئے۔ ان کا سر بالکل کچل گیا اور بدن کے دوسرے حصوں پر بھی شدید چوٹیں آئیں۔ ان کا پوسٹ مارٹم ہوا۔ اس کے بعد نعش کو ورثا کے حوالے کیا گیا۔ میت کو غسل دینے میں زحمت محسوس ہو رہی تھی۔

حادثے میں مرنے والے کو شہید مان کر اسے بغیر غسل دیے نہیں دفن کیا جا سکتا؟

ج: اصطلاحِ شریعت میں شہید اس شخص کو کہا جاتا ہے جو راہِ خدا میں جنگ کرتے ہوئے مارا جائے۔ اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اسے غسل نہیں دیا جائے گا۔ غزوۂ احد کے موقعے پر جو مسلمان شہید ہو گئے تھے اللہ کے رسولؐ نے ان کے بارے میں ہدایت دی تھی: ''انھیں بغیر غسل دیے دفن کر دو''۔ (بخاری)

احادیث میں کچھ دوسرے افراد کے لیے بھی شہید کا لفظ آیا ہے، مثلاً جو شخص پیٹ کے کسی مرض میں وفات پائے، جسے طاعون ہو جائے، یا جو ڈوب کر مرے (بخاری: ۶۵۳)۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے (بخاری: ۲۴۸۰، مسلم: ۱۴۱)۔ ان افراد پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوگا۔ تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ انھیں غسل دیا جائے گا۔

پھر اگر: ''حادثے میں مرنے والے کسی شخص کا جسم بری طرح ٹوٹ پھوٹ جائے، نعش مسخ ہو جائے اور کچھ اعضا ضائع ہو جائیں تو اس صورت میں غسل کا کیا حکم ہے؟'' احناف اور مالکیہ کہتے ہیں کہ: ''اگر بدن کے اکثر اعضا موجود ہیں تو غسل دیا جائے گا، ورنہ نہیں''۔ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک: ''جسم کا کچھ بھی حصّہ موجود ہو تو اسے غسل دیا جائے گا''۔ اس کی دلیل وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ: ''جنگِ جمل کے موقعے پر ایک پرندہ کسی میت کا ایک ہاتھ اڑا لایا تھا اور اسے مکہ میں گرا دیا تھا۔ تب اہلِ مکہ نے اسے غسل دیا تھا اور اس موقعے پر انھوں نے نماز جنازہ بھی ادا کی تھی''۔

بسا اوقات میت کا کوئی عضو سڑ جاتا ہے، اسے دھونے سے انفیکشن [سرایتِ مرض] کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس صورت میں اگر کسی ڈاکٹر کی تاکید ہے کہ اس عضو کو نہ دھویا جائے تو اس پر عمل کرنا چاہیے اور اس عضو کو چھوڑ کر بدن کے بقیہ حصوں پر پانی بہا دینا چاہیے۔ اس طرح غسل ہو جائے گا۔

(مولانا محمد رضی الاسلام ندوی)

© rasailojaraid.com